DEPARTMENT OF URDU

Langat Singh College, Muzaffarpur

NAAC Grade – 'A'

(A Constituent unit of B.R.A. Bihar University, Muzaffarpur)

DR. MUSTAFIZ AHAD
Assistant Professor
Mob- 9955722260, 9472079131

Email:- ahadmustafiz@gmail.com
lscollegeprincipal@gmail.com

Ref. No:.....................

Date :.......................

B.A. Urdu (Hons) part III

paper – VI

Topic prem chand ki Afsana nigari

Mahad
16/8/20

B.A. Urdu (Hons)
Paper VI

ڈاکٹر مستفیض احد

پریم چند کی افسانہ نگاری

اردو میں افسانہ نگاری کی جڑیں پہلے سے موجود تھیں۔ مگر باضابطہ افسانہ لکھنے کی بنیاد پریم چند کے ہاتھوں سے پڑی۔ پریم چند کو افسانہ نگار ہونے کا شوق اور مرتبہ اس لئے حاصل ہے کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے داستانی، رومانی اور تخیلی فضا سے ہٹ کر اردو افسانہ کا ایک نیا رخ بنایا۔ حقیقت نگاری کی ٹھوس اور مضبوط روایت کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے افسانے کو سب سے پہلے آسمان سے اتار کر زمین کی سیر کرائی اور سماج و معاشرے کے تمام پیچ اور تلخ مسائل کو موضوع بنایا۔ انہوں نے حقیقت نگاری کی بنیاد رکھ کر زندگی اور سماج کے اہم مسئلوں کو اجاگر کیا۔ ان کے افسانوں میں ان کا اصلاحی جذبہ غالب ہے۔ زبان سادہ اور دلکش ہے۔ اسلوب بیان کے لحاظ سے انہوں نے عوام الناس کے اذہان کو وسیلہ بنایا۔ جس کے نتیجے میں قاری ایک تاثر لیکر افسانہ ختم کرتا ہے۔

انیسویں صدی کے آخری ایام میں مذہبی اور اصلاحی تحریکیں نمودار ہوئیں اور صدی کے اختتام تک سیاسی اور قومی تحریک کی شکل میں تبدیل ہو گئیں۔ بیسویں صدی کے اوائل میں تحریکیں اپنے شباب پر پہونچ گئیں۔ جن کا مقصد صرف یہ تھا کہ تعلیمی اور معاشی زندگی پر سکون اور بہترین طریقہ سے گزرے۔ اس دور کے افسانہ نگار بھی ان تحریکات سے قدرے متاثر ہوئے۔

پریم چند اس عہد کے تمام مسائل سے متاثر ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے تمام افسانے سیاسی، سماجی اور معاشی اسباب و علل کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ انہوں نے اپنے افسانوں کے ذریعے قوم و معاشرے کی اصلاح اور ماحول میں فلاحی اثر دوڑانے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے سب سے پہلے دیہاتوں کے معاشرے کا جائزہ لیا اور انہیں ماضی کی عظمت کا احساس دلایا اور ان میں حب الوطنی کے جذبے کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔ "سوز وطن" اسی احساس کی غمازی کرتا ہے۔ "پریم بتیسی" کے افسانے اس کی عمدہ مثالیں ہیں۔ جس کے ذریعے ہزاروں سال کے رکھ رکھاؤ، آن بان اور دھج پر قائم رہنے کی تبلیغ کی۔

ان اصلاحی اقدامات کا رد عمل یہ ہوا کہ سیاسی، سماجی اور معاشی حالات بدلتے ہوئے دیکھ کر تعلیم یافتہ طبقہ کو اس کی فکر ہوئی کہ جد و جہد آزادی میں جب تک غریب اور نچلے اور متوسط طبقے کی شمولیت نہیں ہوگی ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس تحریک میں پریم چند کی قد آور شخصیت سب پر چھائی ہوئی ہے۔ انہوں نے سب

P.T.O

سے تھا انہوں نے افسانوں کو شہر کے پرشکوہ اور گہما گہمی کے ماحول سے ہٹا کر دیہات کے غریب، مزدور، کسان، کھیت کھلیان اور ان کے معاشی و سماجی مسائل کو موضوع بنایا۔ ان کا دور اس نظام سے جس نے اچھی طرح پہچان لیا تھا کہ ہندوستان کا دوسرا نام گاؤں ہے۔ انہوں نے "بے غرض محسن" لکھ کر تمام روایتی بندشوں کو توڑ دیا۔ اس دور میں انہوں نے بہت سے افسانے سپرد قلم کئے جن کا مقصد اصلاحی اور دیہی زندگی کے مسائل پر مبنی تھا۔ بقول معین الدین عقیل:

"اس دور میں خاصی تعداد میں ایسے افسانے لکھے گئے، جن میں متوسط طبقے کے گھرانوں اور ہندوستانی دیہاتیوں کی معاشی زندگی کی بڑی حقیقی اور موثر تصاویر ہیں۔ ان کے ذریعے پریم چند نے ہندو سماج کی مختلف رسموں کو ختم کرنے اور اس کی بہت سے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔"

پریم چند کے اس دور کے افسانے "آہ بے کسی"، "مجبوری"، "شادی"، "حسرت"، وغیرہ اس عہد کی بھرپور ترجمانی کرتے ہیں۔ اسی زمانے میں اردو کی طرح پریم چند بھی گاندھی جی کے افکار و خیالات سے بھی متاثر تھے۔ وہ طبقاتی تقسیم اور ہریجنوں کی تحریک میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ "سوراج کی آواز" اور "مندر" جیسے افسانوں میں اس کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔

پریم چند کے تیسرے دور کے افسانے ہندوستان کے سیاسی تنظیم حالات اور جدوجہد آزادی میں ان کی شرکت کی غمازی کرتے ہیں۔ ملک میں سیاسی تنظیم کی وجہ سے ایک عجیب ہیجان پیدا ہوگیا تھا۔ ہندوستان کی تمام سیاسی و نیم سیاسی تحریکیں اپنی آخری منزل تک پہنچ چکی تھیں۔ اس دور میں پریم چند عملی طور پر حصول آزادی کی تحریک میں شامل ہو گئے تھے۔ سیاسی تحریک کے ساتھ اپنے عہد کی سماجی اور اصلاحی تحریکات سے متاثر ہو کر بھی انہوں نے کئی افسانے لکھے۔ "اشتہاری شہید" خاص طور پر عورتوں کی جدوجہد آزادی کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہے۔

پریم چند کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے افسانوں کے ذریعے ہندوستانی عوام میں بیداری کی لہر پیدا کی اور ان کو غیر ملکی حکومت کے خلاف لڑنے اور اپنے حقوق و مراعات کو حاصل کرنے کا درس دیا۔

"عیدگاہ"، "دو بیل"، "آخری تحفہ"، "جیل"، "سہاگ کی ساڑی"، "جلوس"، "برات"، "لال فیتہ"، "مجبوری"، وغیرہ اس موضوع پر ان کے بہترین افسانے ہیں۔ اپنے افسانوں کے ذریعے انہوں نے ملک کی سیاسی، سماجی، اور معاشی زندگی کا بھرپور جائزہ لیا۔

۹،۶،۵

(۴)

اور شاید ہی ایسا گوشہ بچا ہو جن پر ان کی نظریں مرکوز نہ ہوئی ہوں۔ دورِ آخر میں ان کی روحانیت اور تصوف پرستی میں کمی آنے لگی۔ آخری وقت میں انہوں نے ایک شاہکار افسانہ کفن دیا۔ جو اردو افسانے میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ "کفن" اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ ہی ساتھ معاشرے کی اخلاقی پستی اور تہذیبی زوال کا بہترین انعکاس ہے۔ غور کرنے پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ افسانے کا بجھا ہوا الاؤ دراصل ہندوستانی سماج اور معاشرے کی علامت ہے۔ وہ کردار فطرتاً لکھتے ہیں۔

پریم چند نے کفن میں ایک مخصوص معاشی نظام میں پیدا ہونے والے اور پروان چڑھنے والے دو انسانوں کی زندگی کے خارجی اور داخلی کوائف بیان کیے ہیں۔ ان میں مشاہدہ، فکر اور تخیل کی بلندی، گہرائی، اور وسعت نے مل جل کر پوری طرح ہم آہنگ ہوکر اپنا کام پورا کیا۔

15/8/20